پہلی صدی ہجری میں مسجد کوفہ الاعظم اور اس میں دیئے گئے خطبات کا سیاسی کردار

The Political Role of the Grand Mosque of Kufa and Historical Sermons in it During First Century

Ms. Samrine Zehra
PhD Scholar, Department of Islamic Learning, University of Karachi
Email: samrinezehrazaidi@gmail.com

Prof. Dr. Zahid Ali Zahidi
Dean Faculty of Islamic Studies, University of Karachi
Email: zahidi@uok.edu.pk

Abstract

The great mosque of Kufa located in the city of Kufa is considered one of the earliest mosque in the Islamic world constructed in the first century. As it is a place of worship but in addition to being a place of worship the mosque of Kufa has the political importance. Therefore, the inclusive mosque in Al-Kufa considered the most important center in the Islamic state. All political and religious, economic and social, cultural, scientific and media activities of the state happened in and around this mosque beside the affairs of the state and the citizen. All governors nominated from the Caliph gave their sermons consisting of different instruction from the pulpit of this mosque in Juma prayers and on other occasions. The mosque of Kufa remained a platform for political opposition and mobilizing the people especially during the first century. Every new governor gathered the people of Kufa and gave them different instructions according to their will and political need. Thus the mosque of Kufa played a vital religious as well as political role in Islamic history. This articles has detailed discussion on the political nature of the sermons delivered in Masjid Al Kufa during first century. The thorough research of the paper is highly significant for those who have an interest in Islamic History and Political movements.

Keywords: Al-Kufa mosque, religious, economic, cultural, scientific activities.

دین اسلام نے معاشرے میں مسجد کو اہم مقام عطا کیا ہے۔ پانچ وقت کی واجب نمازوں کو جماعت کے ساتھ مسجد میں ادا کرنے پر اسلام نے بڑا زور دیا ہے۔ تاریخ اسلام کی اہم مساجد میں مکہ مکرمہ میں موجود مسجد الحرام کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ بیت المقدس میں موجود مسجد قبة الصخرة اور مسجد الاقصیٰ بھی اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہیں۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ البتہ عراق کے شہر کوفہ میں موجود "جامع مسجد کوفہ الاعظم" کو تاریخ اسلام میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس مسجد کو عام طور پر "مسجدِ کوفہ" کے نام سے جانا، پہچانا اور پکارا جاتا ہے۔

عراق کو انبیاء کی سرزمین بھی کہا جاتا ہے۔ رسول اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ولادت سے پہلے متعدد انبیائے کرام نے اس سرزمین کا انتخاب کیا اور یہاں بود و باش اختیار کی۔ حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت خضر علیہم السلام کا تعلق اسی خطہ سے تھا۔ حضرت عمر کے دورِ خلافت ۱۷ ہجری میں مسلمانوں نے شہر کوفہ کا رخ کیا تو حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت سلمان فارسی کی تجویز پر دار الامارہ کی تعمیر کے ساتھ مسجدِ کوفہ کی تعمیر کا دوبارہ اہتمام و انتظام کیا۔ اس طرح انبیائے کرام کے مبارک قدموں کے بعد حضرت علی، حضرات حسنینِ کریمین اور کئی صحابہ وائمہ کرام کے قدم مبارک بھی اس مسجد کی زینت بنے ہیں۔ ۳۷ ہجری میں جب حضرت علی نے کوفہ شہر کو اپنا دار الخلافہ قرار دیا تو اس مسجد کی شہرت اور اس کی اہمیت میں گراں قدر اضافہ ہوا۔ حضرت علی نے کئی بار اس مسجد میں نماز کے لئے قیام کیا۔ اس کے منبر پر مشہور زمانہ خطبے دیئے، اہم امور کے فیصلے صادر کئے اور حکومتی معاملات کا انتظام و انصرام اسی مسجد میں کیا۔ اسی مسجد میں حضرت علی کے سر پر تلوار سے ضرب لگائی گئی اور آپ نے شہادت پائی۔

حضرت عمر کے دورِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص نے کوفہ کی تعمیر کے سلسلے میں سب سے پہلے شہر کے مرکز میں "مسجد کوفہ الاعظم" کی بنیاد رکھی، جو مسجدِ کوفہ کے نام سے آج بھی موجود ہے۔ مسجد سے متصل ایک جگہ بیت المال کے لیے مختص کی گئی تھی جس کے نزدیک ہی حضرت سعد بن ابی وقاص نے رہائش اختیار کی۔ اس دور میں کوفہ کی جامع مسجد کے صحن کے قریب پانچ سڑکیں نکالی گئیں اور قبلہ رو چار گلیاں رکھی گئیں۔ طبری کے مطابق اس طرح خلیفۂ دوئم کے دیئے گئے احکامات کی روشنی میں کوفہ شہر تعمیر کیا گیا۔[1]

کوفہ کے انتظامی ڈھانچے کی تشکیل کے بعد حضرت سعد نے مسجدِ کوفہ کے نزدیک ایک مستحکم محل تعمیر کروایا۔ اس کے اندر بیت المال بنوایا اور یہیں سکونت اختیار کی۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ بیت المال میں چوری ہوگئی لہٰذا حضرت سعد بن ابی وقاص نے خلیفہ کو گھر اور بیت المال کا محلِ وقوع بتایا اور مسجد اور شاہی محل کی جگہ تبدیل کرنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت عمر نے سعد کے خط کے جواب میں لکھا:

> تم مسجد کو اس طرح منتقل کرو کہ وہ گھر کے پہلو میں ہو اور گھر قبلہ رو ہو کیونکہ مسجد رات دن آباد رہتی ہے اور لوگوں کی آمد و رفت کی بدولت بیت المال محفوظ رہے گا۔[2]

اس فرمان کے ملنے پر حضرت سعد بن ابی وقاص نے ہمدان کے ایک معمار کو طلب کیا اور اسے حضرت عمر کے اس فرمان سے آگاہ کر کے تعمیرات کا حکم جاری کیا۔ اس نے بیت المال سے دوسری طرف تک دیوار کھینچ دی اور پھر قبلہ کے دائیں طرف سے محل تک لے آیا۔

مسجد کوفہ تاریخ میں مذہبی حوالے سے تو اہمیت رکھتی ہی ہے البتہ اس کا سیاسی پہلو بھی تاریخی اعتبار سے

نہایت اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اس وقت کا خلیفہ جب بھی کسی کو کوفہ کا گورنر بنا کر کوفہ بھیجا کرتا تھا تو اس گورنر کا پہلا عوامی خطاب اسی مسجد کوفہ الاعظم کے منبر پر ہی ہوتا تھا۔ مسجد کوفہ کا منبر عوام سے خطاب کرنے کی نہایت اہمیت کی حامل جگہ تھی۔ لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہو جاتے تھے اور نئے گورنر کا خطاب سنتے تھے۔ اس کے علاوہ جب بھی گورنر کو عوام سے اہم خطاب کرنا ہوتا تھا تو مسجد کوفہ ہی بہترین جگہ ہوتی تھی۔ عوام کبھی کبھی گورنر پر مسجد میں ہی اعتراض کر دیا کرتے تھے جس پر گورنر انہیں بعد میں سزا بھی دے دیا کرتا تھا۔ غرض جس مزاج کا گورنر ہوتا تھا، مسجد کوفہ سے بھی اپنے مزاج کے مطابق کام لیا کرتا تھا۔ اس کی ایک مثال ذیل میں دی جاتی ہے۔

ولید بن عقبہ کے زمانے میں ایک یہودی جادوگر بطروفی کو کوفہ لایا گیا۔ ولید بن عقبہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں لوگوں کو اکٹھا کیا اور جادوگر سے اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کو کہا۔ یہودی جادوگر نے جادو کے مختلف کرتب دکھائے جن میں ایک یہ بھی تھا کہ اس نے ایک آدمی کے تلوار سے دو ٹکڑے کر دیئے۔ جب تلوار کی نوک سے ان ٹکڑوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ شخص ان ٹکڑوں کے ملنے کے نتیجے میں زندہ ہو گیا۔ اس طرح خانۂ خدا کی حرمت کو اس نے پائمال کیا۔ ولید کی اس حرکت پر کوفہ کے بعض افراد سخت برہم ہوئے۔ ان کے مطابق اس طرح کے کرتب سے عام مسلمان کا خدا پر ایمان کمزور پڑ سکتا تھا اور وہ گمراہ ہو سکتے تھے۔ پھر خانۂ خدا جو خدائے واحد کی عبادت کی جگہ ہے، وہاں اس طرح کے شعبدے دکھانا مناسب نہیں تھا۔ اہلِ کوفہ میں سے جو لوگ اس وقت مسجد میں موجود تھے، ان میں جندب بن کعب ازدی بھی تھے۔ انہوں نے یہ کرتب دیکھ کر لاحول پڑھی اور اس عمل کو رحمانی افعال سے بعید شیطانی افعال قرار دیتے ہوئے جادوگر کا سر تن سے جدا کر دیا اور پھر اس کی لاش سے مخاطب ہوتے ہوئے بولے: اگر تو سچا ہے تو اب زندہ ہو کر دکھا۔[3]

جادوگر کے قتل کرنے پر ولید بن عقبہ سخت برہم ہوا اور جندب کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا اور اس پورے واقعہ کی دلیل یہ دی کہ جس طرح جادوگر نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا، اس طرح کے افعال اولیائے الٰہی سے بھی ظہور میں آتے ہیں۔ ولید نے اپنی اس طرح کی دلیل کے ذریعے اہلِ کوفہ کو اپنا ہم خیال بنانا چاہا کیونکہ وہ کوفہ کے لوگوں کی نفسیات جانتا تھا کہ وہ اولیائے الٰہی کا احترام کرتے ہیں۔ البتہ ولید بن عقبہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا کیونکہ قبیلہ ازد کے افراد نے جندب کو گھیر لیا اور اس کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ ولید بن عقبہ جندب کے قتل سے تو باز آ گیا لیکن اس نے جندب کو گرفتار کر لیا اور خلیفہ کی جانب سے کوئی حکم آنے تک اسے قید رکھنے کا حکم صادر کر دیا۔ تاریخ میں یہ پورا قصہ مسجد کوفہ ہی کے گرد گھومتا نظر آتا ہے۔

اس واقعہ کے علاوہ بعض تاریخی دستاویزات سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ ولید بن عقبہ اپنے ہم صحبت

لوگوں کے ہمراہ شراب پیتا تھا اور اس کے نشے میں مدہوش رہتا تھا۔ ابنِ اثیر کے مطابق ولید نے ایک مرتبہ اہلِ کوفہ کو نشے کی حالت میں دو کے بجائے چار رکعت نماز پڑھادی، پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ کیا اور پڑھادوں۔ اس کے جواب میں عبد اللہ ابنِ مسعود نے کہا: آج کے بعد اس سے زیادہ نماز پڑھانے کے لیے ہم تیرے ساتھ نہ رہیں گے۔ (4)

اسی واقعہ کو مسعودی نے کچھ اس انداز میں بیان کیا ہے کہ ولید نے ایک صبح نشے کی حالت میں نماز کی امامت کی اور مقتدیوں کی طرف دیکھ کر لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے بولا کہ کیا اور زیادہ نماز پڑھادوں۔ یہ سن کر پہلی صف کے مقتدیوں میں سے کسی نے کہا:

> خدا تجھے نیک ہدایت دے۔ اللہ تعالیٰ نے جتنی نماز فرض کی ہے اس سے زیادہ کیا پڑھائے گا۔
> یوں تو تجھ سے کچھ بعید نہیں۔ ہمیں اگر تعجب ہے تو اس بات پر کہ تو ہمارا امیر کیسے بن گیا۔ (5)

اہلِ کوفہ کی اس روش سے اندازہ ہوتا ہے کہ دین کے معاملے میں اگر گورنر سے بھی کوئی غلطی سرزد ہو جاتی تھی تو کوفہ کے مسلمان اس غلطی کی نشاندہی کرتے تھے اور حاکم کی ناراضگی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ اس طرح کے واقعات کی وجہ سے ولید بن عقبہ کی شراب نوشی کے چرچے عام ہونے لگے تو اہلِ کوفہ کا ایک وفد مدینہ کی جانب روانہ ہوا اور حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہو کر ولید کی بداعمالیوں کی شکایت کی اور چند لوگوں نے ولید کی شراب نوشی کی شہادت دی لہٰذا حضرت عثمان کے حکم پر ولید پر حد شرعی جاری کی گئی اور اسے کوڑے لگائے گئے۔ اہلِ کوفہ کے اصرار پر اسے کوفہ کی ولایت سے معزول کر دیا گیا اور اس کی جگہ پر حضرت سعید بن العاص کو کوفہ کا نیا گورنر مقرر کیا گیا۔ اس طرح مسجد کوفہ میں ولید بن عقبہ کا شراب پی کر نماز کی امامت کرانا اس کی معزولی کا سبب قرار پایا۔

جب حضرت سعید بن العاص کوفہ پہنچے تو آپ نے وہاں پہنچتے ہی حکم دیا کہ کوفہ کی جامع مسجد کے منبر کو دھویا جائے۔ قریش کے وہ افراد جو بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے ساتھ مدینہ سے آئے تھے کہنے لگے:

> یہ بری بات ہے۔ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور اس بات کا ارادہ کرتا تو اسے اس کام سے روک دیا جاتا۔ اس بات سے ہمیشہ کی بدنامی ہوگی۔ (6)

لوگوں کے اعتراض کے باوجود حضرت سعید بن العاص اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹے اور یہ کہہ کر منبر کو دھلوایا کہ اس پر ولید جیسا شخص بیٹھتا تھا لہٰذا یہ منبر نجس ہو گیا ہے۔ حضرت سعید بن العاص کے حکم پر جب منبر کو دھو دیا گیا تب آپ منبر پر بیٹھے اور اہلِ کوفہ سے خطاب کیا۔ اپنے خطاب کا آغاز آپ نے خدا کی حمد و ثناء سے کیا پھر اہلِ کوفہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

خدا کی قسم میں بادل نخواستہ اور زبردستی یہاں آیا ہوں۔ میں مجبور تھا اس لیے کہ مجھے حکم دیا گیا تھا کہ میں تعمیلِ حکم کروں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فتنہ وفساد نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں۔ خدا کی قسم میں اس کا قلع قمع کر کے رہوں گا یا اپنی عاجزی کا اعلان کروں گا اور آج ہی سے اس کے لیے کوشش شروع کر دوں گا۔(7)

اس کے بعد حضرت سعید بن العاص نے کوفہ کے سربر آوردہ لوگوں سے ملاقات کی اور ان سے کوفہ کے مسائل دریافت کیے۔

حضرت عثمان ہی کے زمانے میں حضرت سعید بن العاص کے بعد کوفہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری مقرر ہوئے۔ حضرت عمر کے دورِ خلافت میں بھی آپ کوفہ کے گورنر رہ چکے تھے۔ گورنر بننے کے بعد آپ نے سب سے پہلے لوگوں کو مسجد کوفہ میں اکھٹا کیا اور انہیں خطبہ دیا۔ اپنے خطبہ کے دوران انہوں نے لوگوں کو جماعت کے ساتھ رہنے کی تاکید کی اور تفرقہ کی سختی سے مذمت کی۔ اس کے علاوہ اپنی گفتگو میں آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت عثمان کے فرمانبردار رہیں۔ اہلِ کوفہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کو قابلِ احترام سمجھتے تھے لہٰذا انہوں نے ان کی بات کو قبول کیا۔ لوگوں نے ان سے نماز پڑھانے کی خواہش کی تو انہوں نے کہا:

جب تک تم لوگ حضرت عثمان کا حکم سن کر بجا آوری کا وعدہ نہیں کرو گے میں نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ مسجد میں موجود تمام افراد نے کہا کہ درست ہے ہم ایسا ہی کریں گے تب آپ نے انہیں نماز پڑھائی۔(8)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کوفہ نئے گورنروں کے لئے عوام کو مخاطب کرنے اور خطبہ دینے کی مرکزی جگہ تھی۔

حضرت علی کے زمانے میں اہل کوفہ کو اظہار رائے کی مکمل آزادی تھی۔ ایک دن جبکہ حضرت علی مسجدِ کوفہ میں خطبہ دے رہے تھے کہ خوارج میں سے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے علی تم نے اللہ کے دین میں لوگوں کو شریک کیا ہے حالانکہ حکم صرف اللہ ہی کا ہے۔ اس کے کلام کے بعد مسجد میں موجود باقی خوارج نے بھی شور شرابہ شروع کر دیا اور نعرہ لگانے لگے: لا حکم الا اللہ۔ حضرت علی نے جب ان کے اس استدلال کو سنا تو کہا:

یہ کلمہ حق ہے جس سے باطل مراد لیا جا رہا ہے ہم پر تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ جب تک غنیمت ہمارے قبضہ میں ہے ہم اسے تم سے نہ روکیں اور تم کو اللہ کی مساجد سے بھی نہ روکیں۔ اسی طرح جب تک تم ہمارے ساتھ جنگ کی ابتداء نہ کرو، تم سے جنگ نہ کریں۔(9)

اس واقعہ کے بعد خوارج کی اکثریت نہروان میں آباد ہو گئی۔ جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو اس کے اختتام

پر حضرت علی نے لوگوں کو کوفہ کی جامع مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا اور پھر ان سے خطاب کیا، جس میں آپ نے کہا:

> آگاہ ہو جاؤ کہ جن دو آدمیوں کو تم نے حکم مقرر کیا تھا انہوں نے قرآن کے احکام کو پسِ پشت ڈال دیا اور جس کو قرآن نے فنا کیا تھا اسے زندگی بخشی ہے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنی خواہش کی پیروی کی ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت نہ تھی۔ لہٰذا جنگ کے لئے مستعد ہو جاؤ اور شام کی طرف کوچ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اگر اللہ چاہے تو ہفتہ کے دن اپنی چھاؤنی میں آجاؤ۔(10)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی کے دور میں بھی مسجد کوفہ عوام سے خطاب کرنے کی بہترین جگہ تھی۔

مؤرخین کے مطابق ۳۹ ہجری نہایت بدامنی کا سال تھا جس میں عراق اور حجاز کے متعدد شہروں پر اہلِ شام کی جانب سے دست درازی کے متعدد واقعات رونما ہوئے اور لوگوں کی جان و مال ضائع ہوئے۔ ۴۰ ہجری کے آغاز سے ہی حضرت علی نے ایک مرتبہ پھر شام سے جنگ کرنے کے لیے کوششیں شروع کیں۔ یہاں تک کہ چالیس ہزار افراد نے آخری دم تک لڑنے پر حضرت علی کی بیعت کی۔ آپ نے اس لشکر کا امیر قیس بن سعد بن عبادہ کو مقرر کیا۔ ابھی یہ لشکر کوفہ سے روانہ نہیں ہونے پایا تھا کہ عبدالرحمٰن ابنِ ملجم نے کہ جس کا تعلق خوارج سے تھا، مسجدِ کوفہ میں ماہِ رمضان کے دوران حضرت علی کو زہر آلود تلوار سے ضرب ماری، جس کے نتیجے میں حضرت علی کی شہادت واقع ہوئی۔ یوں اس مسجد نے تاریخ میں اہمیت کی ایک اور نسبت حاصل کرلی۔

حضرت علی کی شہادت کے بعد آپ کے بڑے فرزند حضرت حسن مسجدِ کوفہ میں خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے۔ خدا کی حمد و ثناء اور حضور ﷺ پر درود و سلام بھیجنے کے بعد کوفہ والوں سے مخاطب ہوئے اور کہا:

> آج شب وہ مرد چل بسا کہ جس تک نہ گذشتگان پہنچ سکے اور آئندہ کے لوگ بھی ہرگز اس جیسا نہ دیکھ پائیں گے۔ وہ جنگ کرتا تھا تو جبرئیل اس کے دائیں طرف اور میکائیل بائیں طرف ہوتے تھے۔ واللہ اس کی وفات اسی رات میں ہوئی جس میں موسیٰ بن عمران فوت ہوئے، عیسیٰ آسمان پر گئے اور قرآن نازل ہوا۔ جان لو کہ اس نے کوئی سونا چاندی پیچھے نہیں چھوڑا سوائے سات سو درہم کے جو اس نے اپنی تنخواہ سے پس انداز کیا تھا اور چاہا تھا کہ اس رقم سے اپنے گھر والوں کے لیے ایک خادم خرید سکے۔(11)

اس طرح کوفہ والوں سے مسجد کوفہ کے منبر سے حضرت امام حسن نے پہلا عوامی خطاب کیا۔ مؤرخین کے مطابق اس خطبہ کے بعد اہلِ کوفہ نے بطور خلیفہ حضرت امام حسن کی بیعت کرلی۔

جب حضرت امام حسن نے حضرت معاویہ سے صلح میں مصلحت سمجھی تو صلح کی شرائط مرتب کی گئیں۔ حضرت حسن کوفہ واپس آ گئے۔ بعض کوفہ والے آپ کے اس اقدام کی وجہ سے آپ سے ناراض تھے، لہٰذا آپ کوفہ کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں سے خطاب کیا اور کہا:

> اے لوگو! یقیناً اللہ نے ہمارے اول کے ذریعے تمہاری ہدایت کی اور ہمارے آخر کے ذریعے تمہارے خون کی حفاظت کی اور میں نے اس وقت معاویہ سے صلح کر لی ہے۔ سو اس حکومت کی ایک مدت و میعاد ہے اور دنیا دست بدست پھرا کرتی ہے۔ خداوند متعال نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ کیا معلوم کہ یہ تمہارے لیے ایک آزمائش ہو یا چند دن کے لیے آسائش۔(12)

اس طرح مسجد کوفہ میں حضرت حسن نے کوفہ والوں کے سامنے اپنے موقف کو واضح کیا۔ جس کے بعد حکومت کی منتقلی کے لئے دونوں فریقین کے درمیان معاہدہ صلح لکھا گیا۔

جب حکومت حضرت معاویہ کے ہاتھ میں آئی تو سن ۴۳ ہجری میں خوارج نے کوفہ میں خروج کی تیاریاں شروع کیں اور مستورد بن علفہ تیمی کو اپنا سردار مقرر کیا۔ حضرت معاویہ کی جانب سے کوفہ میں مقرر کیے گئے ان کے گورنر حضرت مغیرہ بن شعبہ کو ان کی اس سازش کا پتہ چلا تو انہوں نے لوگوں کو کوفہ کی جامع مسجد میں جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کی، جس میں کہا:

> میں نے سنا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ یہ ارادہ کئے ہوئے ہیں کہ شہر میں بغاوت اور مخالفت کر کے خروج کریں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ عرب کے جس قبیلے کے ساتھ وہ خروج کریں گے میں اسے ایسا تباہ کر دوں گا کہ اوروں کو عبرت ہو جائے گی۔ لوگوں کو چاہیئے کہ پشیمان ہونے سے پیشتر ہی سوچ سمجھ لیں۔ یہ تقریر آج اسی لیے کی ہے کہ اتمامِ حجت ہو جائے اور کوئی عذر باقی نہ رہے۔(13)

اس عمومی خطاب کے بعد حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کوفہ میں موجود تمام قبائل کے سرداروں کو بلا کر سخت ہدایت کی کہ اپنے اپنے قبیلہ کے افراد کو حکومت کی مخالفت سے روکیں اور اگر ان کے درمیان کوئی ایسا شخص موجود ہے جو حکومت کے خلاف سازش کر رہا ہے تو اسے خود سے دور کر دیں۔ لہٰذا حضرت مغیرہ کی اس حکمت عملی کی وجہ سے خوارج کوفہ سے باہر چلے گئے۔

حجر بن عدی قبیلہ کندہ کے ایک فرد اور کوفہ شہر کے رؤسا میں سے تھے۔ محمد بن سعد نے اپنی کتاب طبقات

الکبریٰ میں آپ کا ذکر صحابہ کرام کے چوتھے طبقہ میں کیا ہے۔ پھر اس کے بعد اہلِ کوفہ کے تابعین کے اوّل طبقہ میں آپ کا ذکر کیا ہے اور آپ کو حدیث بیان کرنے والوں میں ثقہ معروف کہا ہے۔(14) مؤرخین کے مطابق آپ اپنے بڑے بھائی ہانی بن عدی کے ساتھ ایک ایلچی کی حیثیت سے رسول ﷺ کی خدمت میں آئے۔ حضرت حجر بن عدی نے چونکہ اپنی زندگی میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور گفتگو سے بہرہ مند ہوئے، لہٰذا صحابی کے عنوان سے معروف ہوئے۔ ایک راوی المرزبانی نے حضرت حجر بن عدی اور ان کے بھائی کی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری کو بیان کرتے ہوئے حضرت حجر بن عدی کے کردار کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

یہ شخص عابد، زاہد، اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا تھا اور بہت بہت نماز پڑھنے والا اور روزے رکھنے والا تھا۔(15)

کوفہ میں حضرت حجر بن عدی حکمرانوں کی جانب سے کسی بھی قسم کی ناانصافی کو برداشت نہیں کیا کرتے تھے اور لوگوں کی موجودگی میں ہی حکمرانوں کو تنقید کا نشانہ بناتے تھے۔ حضرت معاویہ نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو جب کوفہ کا گورنر مقرر کیا تو انہوں نے حکومت کے آخری ایام میں جب ایک دن وہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے، اپنی عادت کے مطابق حضرت عثمان کی فضیلت بیان کی اور حضرت علی کے لئے نازیبا الفاظ ادا کئے، جس پر حضرت حجر کو غصہ آگیا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر حضرت مغیرہ کو مخاطب کیا اور کہا:

تم کس شخص کے دھوکے میں آئے ہوئے ہو، اس بات کو نہیں سمجھ سکتے، بڑھاپے کے سبب عقل جاتی رہی ہے۔ اے شخص! ہماری تنخواہوں اور عطیوں کے جاری کرنے کا اب حکم دے دو۔ تم نے ہمارے رزق کو بند کر رکھا ہے اس کا تمہیں کیا اختیار ہے۔ تم سے پہلے جو حکام گزرے انہوں نے کبھی اس بات کی طمع نہیں کی۔ اس کے علاوہ تم نے امیر المومنین کی مذمت اور مجرمین کی ستائش کا شیوہ اختیار کر لیا ہے۔(16)

زیادہ تر مؤرخین کے مطابق حضرت حجر بن عدی کے اس خطاب کے بعد کوفہ والوں کی ایک بڑی تعداد حضرت حجر کی ہم خیال ہو گئی اور اپنے عطیات کا مطالبہ کرنے لگی۔ اس طرح حضرت مغیرہ کی یہ محفل لوگوں کے شور شرابہ کے سبب درہم برہم ہو گئی اور لوگوں کے احتجاج پر اختتام پذیر ہوئی۔ یہ اہم واقعہ بھی کوفہ کی مسجد میں پیش آیا۔

حضرت معاویہ ہی کے زمانے میں جب زیاد پہلی مرتبہ بطور گورنر کوفہ آیا تو اس نے کوفہ کے لوگوں کو جامع مسجد میں جمع کیا پھر ان سے خطاب کیا، جس میں حمد اور ثنائے الٰہی بیان کرنے کے بعد کہا:

میں بصرہ میں تھا جب مجھے یہ خدمت ملی تو میں نے ارادہ کیا کہ بصرہ کی انتظامیہ میں سے دو ہزار

سپاہیوں کے ساتھ یہاں آؤں لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ تم لوگ اہلِ حق ہو تمہارے حق نے کئی مرتبہ باطل کو دفع کیا اس لیے فقط اپنے گھر والوں کو ساتھ لیے ہوئے تمہارے پاس چلا آیا۔ الحمد للہ کہ لوگوں نے جتنا مجھے پست کیا تھا اس خدا نے اتنا ہی مجھے بلند کر دیا اور لوگوں نے جس بات کو ضائع کر دیا تھا خدا نے اس کی اتنی ہی حفاظت کی ہے۔(17)

زیاد کی یہ گفتگو اس واقعہ کی جانب اشارہ کرتی ہے جس میں زیاد نے کوفہ والوں سے اس کے ابوسفیان کے نسب سے ہونے کی گواہی طلب کی تھی اور کوفہ کے لوگوں نے اس کی پیشکش کو ٹھکرا دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی زیاد کا خطاب مکمل ہوا ابھی وہ منبر پر ہی تھا کہ کوفہ والوں میں سے کچھ لوگوں نے اسے سنگریزے مارنے شروع کر دیئے۔ زیاد منبر پر ہی بیٹھا رہا یہاں تک کہ سنگریزے آنا بند ہو گئے۔ پھر اس نے مسجد کا دروازہ بند کر کے لوگوں کو چار چار افراد کی ٹولیوں میں طلب کیا کہ وہ قسم کھائیں کہ انہوں نے سنگریزے نہیں پھینکے ہیں۔ اس طرح جن لوگوں نے قسم کھالی انہیں چھوڑ دیا لیکن جنہوں نے قسم نہیں کھائی انہیں علیحدہ کر دیا، پھر ان کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ مورخین کے مطابق جن لوگوں کے ہاتھ کاٹے گئے ان کی تعداد میں اختلاف ہے البتہ کم سے کم تعداد تیس اور زیادہ سے زیادہ اسی افراد کی ہے۔ اس طرح کوفہ پہنچتے ہی زیاد کو کوفہ کے لوگوں کی جانب سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ لہذا اپنی گورنری کے پہلے ہی دن سے اس نے لوگوں کو سزائیں دینی شروع کر دیں۔ کوفہ کی جامع مسجد میں پہلا خطاب ہی اس کے لئے وبال بن گیا۔

چند روز بعد ہی جمعہ کے خطبہ میں زیاد نے حاکم کے حقوق بیان کرنا شروع کر دیئے کہ امیر المومنین کے تم پر یہ حقوق ہیں۔ زیاد نے خطبہ کو طول دیا، درمیان میں ایک دو مرتبہ حضرت حجر نے نماز کا اشارہ بھی کیا لیکن زیاد نے نماز کے وقت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی گفتگو کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ حضرت حجر نے نماز کا وقت گذرنے کے اندیشہ کی وجہ سے ایک مٹھی سنگریزوں کی اُٹھائی اور زیاد کی جانب پھینکتے ہوئے کہا:

تو نے جھوٹ کہا ہے۔ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔(18)

اس کلام کے ساتھ ہی حضرت حجر بن عدی نے نماز کا اعلان کر دیا۔ کوفہ والوں کی ایک بڑی جماعت بھی جوش میں آگئی۔ مجبوراً زیاد نے خطبہ کو ختم کیا اور نماز پڑھا دی۔ نماز کے بعد جب وہ اپنے محل میں گیا تو اس نے اس قضیہ کے متعلق حضرت معاویہ کو خط لکھا۔ خط کے جواب میں حضرت معاویہ نے حکم دیا کہ: حضرت حجر بن عدی کو بیڑیوں میں جکڑ کر شام روانہ کر دیا جائے۔(19)

لہٰذا زیاد نے حضرت حجر بن عدی کو لانے کا حکم دیا اور کوفہ کے سپاہیوں کے سربراہ شداد بن الہیثم اور اس کے مددگاروں کو حضرت حجر بن عدی کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ گرفتاری کے بعد انہیں شام کی جانب روانہ کر دیا گیا جہاں انہیں قتل کر دیا گیا۔ حضرت حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کے قتل سے اس وقت کے کوفہ کے حالات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور میں حق بات کرنا سب سے بڑا جرم تھا، جس کی سزا موت سے کم نہ تھی۔ چاہے اس سزا کے دلوانے کے لیے جھوٹ اور بہتان کا سہارا ہی کیوں نہ لینا پڑے۔ اس طرح حضرت حجر بن عدی کے واقعہ میں بھی مسجد کوفہ کا اہم کردار رہا۔

یزید بن معاویہ کے زمانے میں کوفہ کے والی حضرت نعمان بن بشیر تھے۔ یہ فطرتاً صلح پسند شخص تھے اور حضرت حسین کے مقام و مرتبہ سے بھی آگاہ تھے۔ لہٰذا ان کے معاملہ میں سختی کرنے کے خواہاں نہیں تھے۔ البتہ جب حضرت نعمان کو کوفہ والوں کی حضرت حسین کی بیعت کرنے کا علم ہوا تو انہوں نے مسجد کوفہ میں خطاب کیا، جس میں انہوں نے کوفہ کے لوگوں کو نصیحت کی اور کہا:

> اے بندگان خدا! خدا سے ڈرو، فتنہ و فساد کی طرف نہ دوڑو اس میں لوگ ہلاک ہو جاتے ہیں خوں ریزی ہوتی ہے، مال و متاع چھن جاتی ہے۔ جو مجھ سے جنگ و جدال نہیں کرے گا میں بھی اس سے جنگ آزمائی نہ کروں گا۔ میں تمہارے ساتھ درشتی نہ کروں گا، میں افتراء بدگمانی اور تہمت پر گرفت نہیں کروں گا لیکن اگر تم نے روگردانی کی، بیعت کو توڑا، اپنے امام سے مخالفت کی تو قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جب تک میرے قبضہ میں تلوار رہے گی میں تم پر وار کئے جاؤں گا۔[20]

حضرت نعمان چونکہ نرم مزاج آدمی تھے لہٰذا ان کی اس گفتگو کا کوفہ والوں پر کچھ اثر نہیں ہوا، البتہ اس گفتگو کو سن کر بنو امیہ کے حلیفوں میں سے عبداللہ ابن مسلم حضرمی کھڑا ہوا اور اس نے حضرت نعمان کو مخاطب کرتے ہوئے ان کی رائے کو کمزور شخص کی رائے قرار دیا اور ساتھ ہی مخالفت کرنے والوں کے ساتھ سختی کے ساتھ معاملہ کرنے کی ہدایت کی۔ جس پر حضرت نعمان بن بشیر نے کہا:

> مجھے اطاعت الٰہی میں کمزور ہونا معصیت الٰہی میں قوی ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔[21]

حضرت نعمان کی اس گفتگو کو سن کر لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ وہ حضرت حسین کے معاملہ میں کوئی عملی اقدام نہیں کریں گے۔ لہٰذا اس جواب کو سن کر عبداللہ ابن مسلم حضرمی نے یزید کو خط لکھا اور اسے کوفہ کے حالات سے آگاہ کیا اور متنبہ کیا کہ اگر اسے کوفہ کی ضرورت ہے تو اسے کوفہ کے نظام کو سنبھالنے کے لیے کسی سخت گیر شخص

کو کوفہ پر حاکم مقرر کرنا ہو گا۔ اس واقعہ میں بھی مسجد کوفہ کا اہم کردار واضح نظر آتا ہے۔

کوفہ والوں کے ذریعہ جب حضرت مسلم بن عقیل کو ابنِ مرجانہ کے کوفہ آنے اور حضرت نعمان بن بشیر کے معزول ہونے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنی اقامت تبدیل کر لی اور ہانی بن عروہ مرادی کے گھر مقیم ہو گئے اور حالات کو دیکھتے ہوئے اپنے معاملات کو پوشیدہ کر لیا۔ عبید اللہ ابنِ زیاد نے کوفہ پہنچتے ہی لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع ہونے کا حکم دیا اور ان سے خطاب کیا۔ جس میں کہا:

> امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر، تمہاری سرحد اور تمہارے محاصل کا والی بنایا ہے اور حکم دیا ہے کہ تمہارے مظلوم کے ساتھ انصاف کروں اور محروموں کو عطا کروں۔ تم میں سے جو مطیع و فرمانبر دار ہیں ان سے نیکی اور شک کرنے والوں اور نافرمانوں پر سختی کروں۔ جس نے میرے حکم سے روگردانی کی اور میرے عہد کی مخالفت کی اس کی سرزنش کے لیے میری تلوار اور میرا چابک موجود ہے۔ اب ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر خود ہی رحم کرے۔[22]

یہ خطاب چونکہ کوفہ کی جامع مسجد میں ہوا تھا، لہٰذا جلد ہی یہ خبر اطراف میں تیزی کے ساتھ پھیل گئی۔

جب حضرت مسلم بن عقیل کو اہل کوفہ نے تنہا چھوڑ دیا تو آپ کوفہ کی گلیوں میں تنہا چل دیئے۔ دوسری جانب جب ابنِ زیاد کو لوگوں کی آوازیں اور شور شرابہ سنائی نہیں دیا تو اس نے اپنے ایک سپاہی کے ذریعہ باہر کا احوال دریافت کیا۔ سپاہی نے بتایا کہ باہر کوئی موجود نہیں ہے، لہٰذا ابنِ زیاد اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مسجد کی جانب چلا اور منادی کروائی کہ شہر کے اہم افراد، قبائل کے سرداروں اور لشکریوں پر لازم ہے کہ نمازِ عشاء کے لیے مسجد کوفہ میں جمع ہوں۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو ابنِ زیاد نے ان لوگوں کو نماز پڑھائی اور نماز کے بعد ان سے خطاب کیا اور کہا:

> ابنِ عقیل ایک جاہل شخص ہے اور تم دیکھتے ہو کہ اس کی بدولت کیا کیا شقاق و خلاف واقع ہوا ہے اگر ہم نے کسی شخص کے گھر میں اسے پایا تو وہ ذمہ سے بری ہو گا اور جو کوئی اسے پکڑ لائے اسے اس کا خون بہا دیا جائے گا۔[23]

اس طرح ابنِ زیاد نے ایک مرتبہ پھر اہلِ کوفہ کو ڈرا دھمکا کر مسلم ابنِ عقیل سے دور رہنے کی تاکید کی۔ اس نے یہ خطاب مسجد کوفہ کے منبر پر کیا تھا۔

کربلا میں امام حسینؑ، ان کے رشتہ دار اور ان کے ساتھیوں کو شہید کرنے کے بعد جب آپ کے اہل حرم کو کوفہ لے جایا گیا تو عبید اللہ ابنِ زیاد نے کوفہ کے لوگوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا اور کوفہ کی جامع مسجد سے اپنی فتح اور کامرانی کا اعلان کیا اور حضرت حسینؑ کی مذمت کی، انہیں کذاب ابن کذاب کہہ کر مخاطب کیا۔ اسی مسجد میں

عبداللہ ابن عفیف ازدی موجود تھے جو نابینا تھے اور حضرت علی کے پیروکاروں میں سے تھے۔ آپ کی ایک آنکھ جنگِ جمل اور ایک جنگِ صفین میں ضائع ہو گئی تھی۔ اس کے بعد سے آپ نے مسجد میں قیام کر لیا تھا اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ عبداللہ ابن عفیف نے ابنِ زیاد کے اس کلام کو سنا تو اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور کہا:

او پسر مرجانہ کذاب ابن کذاب تو ہے اور تیرا باپ اور وہ جس نے تجھے حاکم بنایا اور اس کا باپ۔ تم لوگ پیغمبر ﷺ کے فرزندوں کو قتل کرتے ہو اور صدیقین کی طرح کا کلام کرتے ہو۔(24)

عبداللہ ابن عفیف کے اس طرح کلام کرنے پر عبید اللہ ابن زیاد کو شدید غصّہ آیا، اس نے انہیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان کے قبیلہ کے افراد نے انہیں عبید اللہ کے سپاہیوں سے بچا کر ان کے گھر پہنچا دیا لیکن بعد میں عبید اللہ ابنِ زیاد کے سپاہیوں نے ان کے گھر میں گھس کر انہیں شہید کر دیا۔ عبداللہ بن عفیف کے واقعہ میں بھی مسجد کوفہ کا اہم کردار اُجاگر ہوتا ہے۔

جب حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ کا عامل عبداللہ بن مطیع کو بنایا گیا تو اس نے کوفہ پہنچ کر اپنی پہلی تقریر کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر ہی کی تھی۔ اسی طرح جب مختار ثقفی اور عبداللہ بن مطیع کا مقابلہ کوفہ میں ہوا تو عبداللہ بن مطیع نے اپنے سپاہیوں اور کوفہ کے تمام محلہ والوں کو حکم دیا تھا کہ وہ مسجد کوفہ میں جمع ہو جائیں۔ اس نے راشد بن ایاس کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جو رات کے وقت مسجد میں نہ آئے تو اس کا خون مباح ہو گا۔ اس طرح اس نے مسجد کوفہ سے ہی اپنے فوجی دستے مختار ثقفی سے مقابلے کے لئے روانہ کئے۔ یوں مسجد کوفہ فوجی دستے بھیجنے کے لئے بھی اہم جگہ قرار پائی۔

مختار ثقفی نے جب کوفے پر حملہ کر کے عبداللہ بن مطیع کو کوفہ سے باہر نکال دیا اور اشراف کوفہ نے ان سے مسجد اور قصر کے دروازے پر ملاقات کی تو مختار ثقفی نے مسجد کوفہ کے منبر پر جا کر اپنا پہلا خطبہ دیا کہ جس میں اپنے مقصد کو واضح الفاظ میں بیان کیا، چنانچہ اشراف کوفہ نے ان کے منبر کوفہ سے اُترنے کے بعد ان کے پاس جا کر کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ، اہل بیت کے خون کا بدلہ طلب کرنے، محلین سے جہاد کرنے، ضعفاء سے دفع شر کرنے، اپنے لڑنے والوں کے ساتھ لڑنے اور صلح کرنے والوں کے ساتھ صلح کرنے پر بیعت کی۔ یوں مسجد کوفہ مختار ثقفی کے زمانے میں بھی اہمیت کی حامل رہی۔

عبدالملک کے زمانے میں حجاج بڑی تیزی کے ساتھ عراق کی جانب روانہ ہوا اور کوفہ پہنچا۔ کوفہ میں کسی کو حجاج کے آنے کی اطلاع نہیں تھی۔ حجاج سب سے پہلے مسجد کوفہ میں آیا اور منبر پر چڑھا جبکہ اس نے اپنے چہرے کو

ایک سرخ رنگ کے باریک کپڑے کے عمامے سے ڈھانپا ہوا تھا۔ اس نے مسجد میں موجود لوگوں کو مخاطب کیا، مسجد میں موجود سب لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے تو اس نے کہا:

بخدا میں شر کو اس کے کجاوہ میں لاد دیتا ہوں اور اس کے ویسے ہی پاؤں لگاتا ہوں اور جو جیسا کرتا ہے ویسا ہی اس کا بدلہ دیتا ہوں۔ میں بہت سے سروں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ پک گئے ہیں اور ان کے توڑ لینے کا وقت آگیا ہے اور عماموں اور ڈاڑھیوں کو خون سے زعفرانی دیکھ رہا ہوں۔ بخدا تم راہِ راست پر آجاؤ، ورنہ یاد رکھو مہلب کی فوج سے جو لوگ بھاگ کر آئے ہیں، وہ اگر آج سے تین دن کے بعد یہاں دیکھے گئے تو میں انہیں قتل کر ڈالوں گا اور ان کی جائیداد ضبط کر لوں گا۔[25]

اس طرح کوفہ پہنچتے ہی حجاج بن یوسف نے کوفہ والوں کے سامنے منبر مسجد کوفہ سے ایک لمبی تقریر کی۔ جس میں انہیں برے ناموں سے پکارا، ان کی تذلیل کی اور انہیں حکومت کی مخالفت اور بغاوت سے ڈرایا اور دھمکایا۔ یوں اہل کوفہ سے مسجد کوفہ کے منبر پر اس نے اپنا پہلا عتاب انگیز خطاب کیا۔

ہشام بن عبد الملک کے زمانے میں جب حضرت زید شہید نے کوفہ میں قیام کیا تو ابو الفرج اصفہانی کے قول کے مطابق اہل کوفہ کو ان کا ساتھ نہ دینے اور انہیں حضرت زید سے الگ کرنے کے لیے مسجد کوفہ میں محصور کر لیا گیا تھا۔ اس کا کہنا ہے:

حضرت زید نے اپنے خروج کے لئے یکم صفر المظفر ۱۲۲ھ کی شب جو بدھ کی رات تھی، اس کا انتخاب کر کے اپنے اصحاب سے اس شب کو قیام کا تعین کیا تو اس بات کی یوسف بن عمر کو خبر مل گئی تو اس نے حکم بن صلت کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ لوگوں کو مسجد کوفہ میں جمع کر کے انہیں وہاں محصور کر دے۔ حکم بن صلت نے شہر کے رئیسوں اور بزرگوں کے پاس اپنے کارندے بھیج کر ان سب کو مسجد میں بلوایا۔ پھر اس کی طرف سے منادی نے اعلان کیا کہ عرب اور موالی میں سے ہر وہ شخص جو اپنی جگہ رہ گیا ہے، میں اس سے بری الذمہ ہوں۔ پس تمام لوگ مسجد میں حاضر ہو جائیں۔ لہٰذا حضرت زید کے خروج سے ایک دن قبل تمام لوگ مسجد میں آگئے تھے اور حضرت زید نے بدھ کی رات کو خروج کیا۔[26]

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مسجد کوفہ میں اتنی گنجائش تھی کہ شہر کوفہ کی کثیر تعداد اس میں سما سکتی تھی۔ اسی لئے یوسف بن عمر ثقفی نے جو اس وقت ہشام بن عبد الملک کی جانب سے کوفہ کا گورنر تھا، حکم بن صلت کی مدد سے مسجد کے دروازے بند کروا دیئے۔ پھر دروازوں پر شامی فوج کے دستے تعینات کر دیئے تاکہ کوئی شخص مسجد

سے باہر نہ نکل سکے۔اس طرح ہشام کے زمانے میں اہل کوفہ کو مسجد کوفہ میں محصور کرکے اپنے سیاسی مقصد کے حصول کے لئے استعمال کیا گیا۔

خلاصہ مقالہ:

مسجد کوفہ نے تاریخ میں جس طرح اپنی جگہ بنائی اور جس طرح سیاسی مقام حاصل کیا، وہ اپنی مثال آپ ہے۔دنیا میں کوئی ایسی مسجد نہیں ملتی، جہاں حکومتوں کی اس قدر سیاسی سرگرمیاں، سیاسی جلسے اور تقریریں ہوتی ہوں لوگ ان مجالس میں اپنی رائے کا برملا اظہار بھی کر دیا کرتے تھے جو یا تو مخالفت کی صورت میں ہوتا تھا یا پھر گورنر کی مرضی کے مطابق بے چون وچرا اطاعت وفرمانبرداری پر مبنی ہوتا تھا۔مسجد ہونے کے ناطے اس کی مذہبی حیثیت تو اپنی جگہ مسلم ہے ہی، البتہ ساتھ ہی اس کی سیاسی حیثیت بھی اپنی جگہ اہمیت کی حامل ہے اور جس نے تاریخ اسلام میں اس قدر گہرے نقوش چھوڑے ہیں کہ کوفہ شہر کا جہاں کہیں ذکر کیا جائے وہاں مسجد کوفہ کا ذکر کئے بغیر شہر کوفہ کی تاریخ ادھوری اور نامکمل نظر آتی ہے۔لہٰذا شہر کوفہ کے تاریخی واقعات میں "مسجد کوفہ "کا ذکر "ناگزیر "حیثیت کا حامل ہے۔

حوالہ جات

---

[1]۔ محمد بن جریر الطبری، **تاریخ الامم والرسل والملوک**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۷ھ)، ج۲، ص ۴۷۹۔

Muhammad bin Jarīr al-Ṭabrī, **Tārīkh al-Umam wa al-Rusul wa al-Malōk**, (Beirut: Dār al-Kutb al-Ilmīyah, 1st ed., 1407 H), vol. 2, p. 479.

[2]۔ ایضاً ج۳، ص۱۴۹۔

Ibid, vol. 2, p. 149.

[3]۔ ابو الحسن بن حسین بن علی مسعودی، **مروج الذهب**، المکتبۃ الشاملۃ، ج۱، ص۳۰۸۔

Abu al-Hasan bin Hussain bin Ali Masōdī, **Murawij al- Zahab**, (al-Maktabah al-Shāmilah), vol. 1, p. 308.

[4]۔ ابن الأثیر علی بن أبی الکرم، **الکامل فی التاریخ**، (بیروت: دار الکتاب العربی، الطبعۃ الأولى، 1417ھ)، ج ۲، ص ۴۷۷۔

Ibn al-Athīr Ali bin Abī al-Karam, **Al-Kāmil fī al-Tārīkh**, (Beirut: Dār al-Kitāb Al-Arbī, 1st ed., 1417 H), vol. 2, p. 477.

5۔ مسعودی، **مروج الذھب**، ج۱، ص۳۰۵۔

Masōdī, **Murawij al- Zahab**, vol. 1, p. 305.

6۔ طبری، **تاریخ الامم والرسل والملوک**، ج۳، ص۳۶۴۔

Ṭabrī, **Tārīkh al-Umam wa al-Rusul wa al-Malōk**, vol. 3, p. 364.

7۔ ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**،، ج ۲ ، ص ۴۷۹ ۔

Ibn al-Athīr, **Al-Kāmil fī al-Tārīkh**, vol. 2, p. 479.

8۔ ایضاً، ج۲، ص۵۲۰۔

Ibid, vol. 2, p. 520.

9۔ ابنِ کثیر اسماعیل بن عمر، **البدایہ والنہایہ** ،(بیروت: مکتبۃ المعارف، س ن)، ج ۷، ص ۳۱۲۔

Ibn Kathīr Ismā'īl bin 'Umar, **Al-Bidāyah wa al-Nihāyah**, (Beirut: Maktabah al-M'ārif, n.d.), vol. 7, p. 312.

10۔ ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ج۲، ص۶۸۸۔

Ibn al-Athīr, **Al-Kāmil fī al-Tārīkh**, vol. 2, p. 688.

11۔ احمد بن ابی یعقوب ابن واضح یعقوبی، **تاریخ الیعقوبی**،(المکتبۃ الشاملۃ)، ج۱، ص۱۹۴۔

Ahmed bin Abī Y'aqōb Ibn Wāzih Y'aqōbī, **Tārīkh al- Y'aqōbī**, (al-Maktaba Al-Shāmila), vol. 1, p. 194.

12۔ طبری، **تاریخ الامم والرسل والملوک**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۸۷ھ)، ج۵، ص۱۶۳۔

Ṭabrī, **Tārīkh al-Umam wa al-Rusul wa al-Malōk**, (Beirut: Dār al-Kutb al-'Ilmīyah, 2nd ed., 1387 H), vol. 2, p. 163.

13۔ ایضاً ، ج ۵، ص ۱۸۴۔

Ibid, vol. 5, p. 184.

14۔ ابن سعد محمد بن سعد بن منیع، **الطبقات الکبری** (بیروت: دار صادر، س ن) ج ۶، ص۲۱۷۔

Ibn S'ād Muhammad bin S'ād bin Mun'e, **Al-Ṭabqāt al-Kubra'**, (Beirut: Dār Ṣādir, n.d), vol. 6, p. 217.

15۔ ابنِ کثیر، **البدایۃ والنھایۃ**، ج۸ ، ص۵۰۔

Ibn Kathīr, **Al-Bidāyah wa al-Nihāyah**, vol. 8, p. 50.

16۔ طبری، **تاریخ الامم والرسل والملوک**،(الطبعۃ الاولی، ۱۴۰۷ھ) ، ج۳، ص۱۹۔

Ṭabrī, **Tārīkh al-Umam wa al-Rusul wa al-Malōk**, (1st ed., 1407 H), vol. 2, p. 163.

[17]۔ ایضاً، (الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۸۷ھ)، ج ۵، ص ۲۳۴۔۲۳۵۔

Ibid, (2nd ed., 1387 H), vol. 5, pp. 234-235.

[18]۔ ابنِ کثیر، **البدایہ والنہایہ**، ج ۸، ص ۵۱۔

Ibn Kathīr, **Al-Bidāyah wa al-Nihāyah**, vol. 8, p. 51.

[19]۔ ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ج ۳، ص ۸۳۔

Ibn al-Athīr, **Al-Kāmil fī al-Tārīkh**, vol. 3, p. 83.

[20]۔ طبری، **تاریخ الامم والرسل والملوک**، ج ۵، ص ۳۵۵۔۳۵۶۔

Ṭabrī, **Tārīkh al-Umam wa al-Rusul wa al-Malōk**, vol. 5, pp. 355-356.

[21]۔ ابنِ کثیر، **البدایہ والنہایہ**، ج ۸، ص ۱۵۲۔

Ibn Kathīr, **Al-Bidāyah wa al-Nihāyah**, vol. 8, p. 152.

[22]۔ ابن الأثیر، **الکامل فی التاریخ**، ج ۳، ص ۱۳۶۔

Ibn al-Athīr, **Al-Kāmil fī Al-Tārīkh**, vol. 3, p. 136.

[23]۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۴۳۔

Ibid, vol. 3, p. 143.

[24]۔ ایضاً، ج ۳، ص ۱۸۷۔

Ibid, vol. 3, p. 187.

[25]۔ طبری، **تاریخ الامم والرسل والملوک**، ج ۶، ص ۲۰۳۔۲۰۴۔

Ṭabrī, **Tārīkh al-Umam wa al-Rusul wa al-Malōk**, vol. 6, pp. 203-204.

[26]۔ ابو الفرج اصفہانی، **مقاتل الطالبیین**، تحقیق: محمد حسن اسماعیل، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۷ء)، ص ۷۵۔

Abu al-Faraj Asfahānī, **Maqātil al- Ṭālibīn**, (Beirut: Dār al-Kutb al-Ilmīyah, 2007), p. 75.